حقوقِ نسواں کمیٹی کی سفارشات پر تبصرہ

مولانا مفتی محمد فرید - دارالعلوم حقانیہ
میاں محی الدین ایل ایل بی ایڈوکیٹ - لاہور

صغر سنّی میں شادی کا جواز اور اس کے دلائل

اہلِ اسلام، خصوصاً اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ قرآن اور حدیث میں نکاح یا شادی کے لئے کوئی عمر مقرر نہیں ہے۔ تمام اہلِ مذاہب کے نزدیک صغر سنّی میں نکاح اور شادی بیشمار مصالح کے حصول کے لئے جائز ہے۔ البتہ جماع کے جواز کے لئے بیوی کی برداشت شرط ہے، کیونکہ ایذاء رسانی اور ہلاکت حرام ہے۔ پس کسی کمیٹی یا حکومت کا شادی کی عمر کم از کم اکیس ۲۱ سال مقرر کرنا خلافِ شریعت اور مداخلت فی الدین ہے۔

دلائل ۱۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَالّٰئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَائِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ اور جو عورتیں ناامید ہوئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں اگر تم کو شبہ رہ گیا تو ان کی عدت ہے تین مہینے اور ایسے ہی جن کو صغر کی وجہ سے حیض نہیں آتا۔ (سورۃ طلاق)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نابالغہ کا نکاح اور شادی درست اور مشروع ہے۔ کیونکہ طلاق کی صحت نکاح کی صحت پر موقوف ہے۔ اور عدت، خلوت یا جماع پر موقوف ہے۔ پس جب عورت کا نکاح اور شادی صغر سنّی میں جائز ہو۔ حالانکہ شادی میں اذیت کا احتمال موجود ہے تو مرد کا نکاح اور شادی صغر سنّی میں بطریقِ اولیٰ جائز ہوں گے۔ کیونکہ اس میں اذیت کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

۲۔ نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ سے نکاح کیا تھا۔ حالانکہ ان کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے بعد نو سال کی عمر میں شادی فرمائی۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس کم سن مرد کے لئے یہ حکم بطریقِ اولیٰ ثابت ہوگا۔

۳۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کم سن بیٹی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرایا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ رواہ عبدالرزاق فی المصنف ج ۶ ص ۱۶۳

عن عکرمۃ ان علیؓ بن ابی طالب اَنکحَ ابنتَہ جاریۃً تلعبُ مع الجواری عمر بن الخطاب رضی

روایۃ انہ ادخلہا علیہ۔ پس کم سن مرد کے لئے بھی یہ جواز ثابت ہوگا۔

۴۔ نیز حضرت عروہ بن زبیر نے اپنے چھ سالہ بیٹے کا پانچ سالہ لڑکی سے نکاح کیا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا کما فی المصنّف ان عروۃ بن الزبیر انکح ابنہ صغیراً ابنۃ المصعب صغیرۃ ص ۱۶۴ ج ۶

وعن ہشام بن عروۃ قال زوّج ابی ابنہ صغیراً ہذا ابن خمسٍ وھذا ابن ستٍّ والصواب ھذہ بنتُ خمسٍ وھذا ابنُ ستٍّ ص ۱۶۵ ج ۶

۵۔ نیز ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ نابالغ اور نابالغہ کے لئے خیار بلوغ ثابت ہے المصنف ص ۱۶۶ ج ۶ اور اسی صفحہ میں عمر بن عبدالعزیز سے بھی یہ حکم مروی ہے۔ کتب عمر بن عبدالعزیز الی عامل لہ اذا انکح الیتیم والیتیمۃ وھما صغیران فھما بالخیار اذا بلغا۔ اور خیار بلوغ صحتِ نکاح پر موقوف ہوتا ہے۔

۶۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ والد سے نابالغ بیٹے کے ذمہ واجب الاداء مہر کا مطالبہ نہ کیا جائے گا، جب تک کہ وہ ضامن نہ ہوا ہو۔ رواہ عبدالرزاق۔ (وُلد ۱۲۶ھ وتوفی ۲۱۱ھ) فی المصنّف ص ۱۶۷ ج ۶ ولفظہ لا یُوخذُ الابُ بصداقِ ابنہ اذا زوّج فمات صغیراً الّا ان الاب کفل بشیئٍ۔ اور مہر کا وجوب صحتِ نکاح پر موقوف ہے۔

۷۔ نیز اگر قانونی طور سے اکیس ۲۱ سال سے قبل نکاح ممنوع قرار دیا جائے، تو اگر بیس سالہ نوجوان جنسی خواہشات پورا کرنا چاہے تو اس کے لئے کیا چارہ ہوگا کیا وہ زنا کا مجاز ہوگا۔؟ کیا وہ جھوٹ بولنے اور اسٹامپ میں زیادہ عمر لکھنے پر مجبور کیا جائے گا۔؟ کیا حکومت رشوت ستانی کا ایک نیا دروازہ کھولنے کی ذمہ دار نہ ہوگی۔

اگر اس کمیٹی کا باعث یہ ہو کہ اکیس ۲۱ سال سے کم عمر والا حقوق ادا نہیں کر سکتا ہے یا ایسا کرنا تعلیم کیلئے حائل ہے۔ تو یہ غلط اور ناقابل تسلیم امر ہے، اور بصورت تسلیم اس کا علاج تحدید نہیں ہے۔ کہ ایسی عورت یا اس کا ولی نکاح دینے سے انکار کریں نہ کہ مداخلت فی الدین کا ارتکاب کیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ حکومت، مسلمان مردوں کو زنا کا عادی بنانا چاہتی ہے۔ اگر حکومت مسلمان خواتین یا مردوں کی خیرخواہ ہوتی تو قرآن وحدیث سے باقاعدہ باخبر علماء سے کمیٹی کا انتخاب کرتی۔ والی اللہ المشتکی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(محمد فرید عفی عنہ)

چند سفارشات پر تبصرہ

تجربہ سے یہ بات ناقابلِ تردید حد تک ثابت ہو چکی ہے۔ کہ مسلم خاندانی قوانین کے آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء

کے نفاذ کے بعد ہمارے معاشرہ کا ایک وافر حصّہ ازدواجی سکون سے محروم ہو گیا ہے۔ اور عقل و انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ یہ قانون بہت عرصہ پیشتر ہی منسوخ کر دیا جاتا یا اس میں مناسب ترامیم کی جاتیں۔ مگر افسوس ہے کہ سال رواں کے آغاز میں حکومت نے خاندانی مسائل کا جائزہ لینے کے لئے جو حقوقِ نسواں کمیٹی تشکیل دی اس نے بعض اہم ترین معاملات میں جلتی آگ پر تیل کا سا کام کیا۔ اس کمیٹی کی رپورٹ اور سفارشات کے پہلے حصّہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ ممبران کمیٹی نے مردوں کی فلاح و بہبود کے عنصر کو بالائے طاق رکھ کر اپنی تمام تر دماغی کاوشیں صرف عورتوں ہی پر مرکوز کر دی ہیں۔ اور مردوں کو عورتوں کے ہاتھوں میں ایک استحصالی آلۂ کار سے زیادہ حیثیت نہیں دی ہے۔ ممبران کے خیال میں لفظ فیملی یعنی خاندان کی تعریف میں شاید بیوی بچوں کا وجود ہی آتا ہے۔ خاوند کا نہیں۔ مذکورہ کمیٹی کا جو انتخاب ہوا ہے اس کے تحت ہم اس سے غیر جانبدارانہ اور منصفانہ تجاویز کی توقع رکھ بھی نہیں سکتے تھے۔

کیونکہ اس کے چودہ ممبران میں سے نو ممبران مستورات ہیں اور کمیٹی کی مشیر بھی ایک عورت ہی ہے۔ جبکہ بقایا پانچ مرد ممبران میں سے صدر اور تین ممبر حکومت کے ہمہ وقتی تنخواہ دار ملازم ہیں۔ اور صرف ایک ممبر طبقۂ عوام میں سے ہیں جو کراچی کے ایک وکیل ہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ اس کمیٹی میں زندگی کے ہر شعبہ کے نمائندوں کو شامل کیا جاتا اور مسائل زیرِ غور کی نوعیت کے مدِنظر علمائے دین میں سے بھی لازمی کچھ حضرات کو شمولیت کی دعوت دی جاتی۔ لیکن ایسا نہ کیا گیا۔ رپورٹ سے یہ بھی ظاہر نہیں ہے کہ کتنے ممبران نے اس سے اتفاق کیا اور کتنے ممبر اس سے متفق نہیں تھے۔

میری ناچیز رائے میں ممبران کمیٹی نے اس اعتماد کا غلط اور ناجائز فائدہ اٹھایا ہے جو ان کی تقرری کے وقت حکومت نے ان پر کیا کیونکہ رپورٹ پیش کرتے وقت اکثر و بیشتر مقامات پر انہوں نے سراسر جذباتیت اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور مردوں کے خلاف متعصبانہ خیالات ان کی سفارشات سے جابجا مترشح ہیں۔ یہ چیز صریحاً اعتماد کے غلط استعمال کے مترادف ہے۔ مانا کہ یہ رپورٹ عوام کی تنقید اور تبصرہ کے لئے شائع کر دی گئی ہے۔ لیکن بنیادی طور پر ممبران کا یہ فرض تھا کہ وہ خود بھی دور اندیشی اور سوجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے عوام کے سامنے ایک دلآزار رپورٹ پیش نہ کرتے اور اسلامی معاشرہ کے مسلمہ اصولوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کے بنائے ہوئے قوانین کو اپنی ذاتی من گھڑت کسوٹی پر پرکھ کر توڑنے موڑنے سے اجتناب کرتے۔

امید ہے ہمارے قانون ساز ادارے اس رپورٹ کی بنیاد پر کوئی مزید اقدام اٹھانے سے پیشتر انتہائی سنجیدگی اور غور و خوض سے کام لیتے ہوئے سماج کو تباہی اور بربادی کے گڑھے میں نہیں دھکیلیں گے۔

کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ بیوی کو شادی کے پانچ سال کے بعد طلاق کی صورت میں خاوند کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں سے آٹھویں حصہ کا مالک قرار دیا جائے۔ فاضل ممبران نے یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ اگر بیوی کو اس کی نافرمانی، بدچلنی اور ناقابلِ برداشت معیوب حرکات کی وجہ سے طلاق دئے بغیر کوئی چارہ نہ رہے، تو کیا ایسی طلاق کی صورت میں بھی وہ خاوند کی جائداد میں کسی حصہ کی حقدار رہ سکتی ہے۔ نیز یہ کہ اس سفارش سے اسلام نے مہر کی جو شرط لگائی ہے۔ اس کا مقصد بالکل فوت ہو جاتا ہے۔ اسلامی قانون کی رُو سے بیوی اپنے خاوند سے صرف مہر کی رقم کی لین دار ہے۔ خاوند کی نوتیدگی کی صورت میں البتہ اس کا ورثہ میں جو حصہ ہے وہ پہلے ہی مقرر ہے جو آٹھواں ہے۔ کمیٹی کے ممبران چاہتے ہیں کہ بیوی اپنے سابقہ خاوند کی زندگی ہی میں اسکی ساری جائداد کا آٹھواں حصہ اینٹھ لے۔ علاوہ اس رقم کے جس کی مہر کی صورت میں وہ حقدار ہے۔ قرآن پاک یا کسی حدیث معتبر کے مطابق عورت کا طلاق کے بعد مرد کے ساتھ کسی قسم کے رابطے یا تعلق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور نہ ہی اس پہ کوئی حق باقی رہتا ہے۔ ممبرانِ کمیٹی نے عورت کی بہتری کا بہانہ تراش کر نعوذ باللہ اسلامی قانون کا مذاق اُڑایا ہے۔ اور کھلم کھلا اسے اپنی تضحیک کا نشانہ بنایا ہے۔ کاش کہ فاضل ممبران اپنی وسیع النظری کا ثبوت اس بات سے دیتے کہ اگر بیوی خود خاوند سے طلاق یعنی خلع حاصل کرے تو خاوند بھی بیوی کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کے چوتھے یا پانچویں حصہ کا مالک قرار دیا جائے۔ ممبران نے ایسا کرنے سے دیدۂ و دانستہ گریز کیا ہے، کیونکہ ان میں اکثریت خود عورتوں کی ہے۔ یہاں پر خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ کی مثال صادق آتی ہے۔ اسلامی قوانین کے بنیادی ڈھانچہ کے دائرہ میں رہ کر قواعد تو مرتب کئے جاسکتے ہیں، لیکن قوانین کو بذاتِ خود سرے سے ہی بدل دینا اور انہیں بدلتے ہوئے حالات کے جواز کی آڑ لے کر مسخ کر دینا سخت غیر اسلامی، غیر شرعی، مذموم اور قبیح اقدام ہے۔

کمیٹی نے ایک سفارش یہ بھی کی ہے کہ خاوند اگر اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ، بھائیوں، بہنوں اور بچوں سے ملنے سے روکے تو اسے تین ماہ کی قید یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں سے نوازا جائے۔ سبحان اللہ کیا سفارش ہے۔ کیوں جی اگر صورت اس کے برعکس ہو، یعنی اگر بیوی اپنے خاوند کو اس کے رشتہ داروں سے ملنے سے روکے تو پھر بیوی کو کیا سزا دی جائے۔؟ اس بارے میں کمیٹی نے خاموشی کا لبادہ کیوں اوڑھ لیا۔ حالانکہ معاملہ اُلٹ ہے۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ ہمارے گھرانوں میں عام طور سے بیویاں ہی اپنے خاوندوں کو ان کے رشتہ داروں سے منقطع کرنے کی تگ و دو اور ریشہ دوانیوں میں لگی رہتی ہیں۔ اور ان کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ خاوند اپنے والدین تک کو خیر باد کہہ کر اپنی تمام زندگی صرف بیوی کی آؤ بھگت، حاشیہ برداری، پرورش، دیکھ بھال اور چونچلوں کی بھینٹ چڑھا دے۔

کمیٹی کی یہ تجویز کہ طلاق کے بعد بھی خاوند اپنی مطلقہ بیوی کو ایک معینہ مدت تک نان و نفقہ فراہم کرنے کا پابند رہے، سراسر خلافِ شرع، خلافِ تہذیب اور خلافِ قاعدہ ہے۔
ان تمام باتوں کا صاف مطلب یہ ہے کہ بیوی نہ ہوئی اچھی خاصی راہزن اور ڈاکو ہو گئی۔ اور اگر کوئی شخص شادی کرنا چاہے تو شادی سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لے کہ جو عورت اس کے گھر میں بیوی بن کر آنے والی ہے وہ اس کی یعنی ہونے والی بیوی کی تمام بدعنوانیوں کے باوجود بھی اس کے ہاتھوں اپنی جائداد کے ایک معتد بہ حصہ پہ ڈاکہ ڈلوانے اور جیل کی ہوا کھانے کے لئے تیار رہے۔ نتائج ظاہر ہیں۔ ایسی صورت میں لوگ شادی سے پرہیز کریں گے اور جنسی آسودگی کی خاطر مختلف ٹھکانے تلاش کریں گے۔ عیاشی زور پکڑ جائے گی، سماج میں جنسی اور دیگر جرائم کی تعداد بڑھ جائے گی۔ اور تمام معاشرہ غارت ہو کر رہ جائے گا۔
ممبران کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں عورت کے لئے بے چاری اور غریب کے الفاظ بڑے واشگاف اور ہمدردانہ لہجہ میں استعمال کئے ہیں۔ مگر مرد کی بے چارگی اور غربت کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔ چند شاذ و نادر مثالوں کو چھوڑ کر۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کوئی خاوند بغیر کسی وجہ کے اپنی بیوی کو یونہی طلاق دے کر اپنا گھر اجاڑ کر خود اپنے پاؤں پہ کلہاڑی نہیں مارتا۔ بلکہ بیوی کی بے راہ روی۔ باغیانہ حرکات اور بداطواری کے سبب وہ ایسا کرنے پہ مجبور ہوتا ہے۔ فاضل ممبران نے عورتوں کو کوئی ایسی مستحسن نصیحت فرمانے کی تکلیف نہیں کی کہ قانونِ فطرت اور خاص طور پر اسلام نے عورتوں کے لئے جو مقام متعین کیا ہے۔ وہ اس سے تجاوز نہ کریں اور افراط و تفریط سے کام نہ لیں۔ اپنے شوہروں کی تابعدار اور فرمانبردار رہیں۔ انہیں مجازی خدا سمجھیں صحیح معنوں میں انہیں اپنا سرپرست، نگہبان، کفیل اور عملی طور پہ جیون ساتھی تصور کریں۔ زبان درازی، گستاخی بے جا ہٹ دھرمی اور عدم تعاون نہ کریں۔ صرف خالی خولی آزادی اور مساوات کا ڈھونگ رچانے سے کچھ نہیں ہوتا۔
خاندانی اور گھریلو زندگی کا نظم و ضبط، رکھ رکھاؤ، حسن و نکھار اور خاوند بیوی کے باہمی ازدواجی اور ذاتی تعلقات کی خوشگواری یا ناخوشگواری کا تمام تر انحصار ان کے اپنے حسنِ سلوک یا بدسلوکی پر ہے۔ ان تعلقات کو کسی قانون کے ذریعہ ہرگز ہرگز استوار نہیں کیا جا سکتا۔ ضابطۂ اخلاق کسی قانون کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی قانون اسے مؤثر طریقہ پہ نافذ کر سکتا ہے۔ اگر کوئی حکومت یا طاقت ان تعلقات کے محرکات کو بزور قانون عملی شکل دینے کی کوشش کرتی ہے۔ تو یہ ایک بے سود اور لایعنی عمل ہوگا۔
گستاخی معاف۔ آج اگر عورت یہ قانون نافذ کرا لے کہ اس کے خاوند کو اسے یعنی بیوی کو رشتہ داروں سے ملنے سے باز رکھنے کی وجہ سے قید کر دیا جائے تو کل وہ ایسا قانون بنوانے کی کوشش بھی کر سکتی ہے، کہ

یا تو اس کا خاوند ایک مقررہ عرصے کے بعد لازماً اس کے ساتھ اختلاط جنسی سے پیش آئے ورنہ بصورت دیگر اسے جیل خانے کا راستہ دکھایا جائے۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ اس کے علاوہ عورت کی جا و بے جا خواہشات کی دیگر متعدد اشکال بھی ہوسکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کا خاوند اسے ہر ہفتہ سینما دکھائے، سیر کرائے ہوٹلوں اور کلبوں میں لے جائے۔ پردہ نہ کرائے۔ ملازمت سے نہ روکے۔ بچوں کی دیکھ بھال اور گھر کے کام کاج کے لئے نوکر کا انتظام کرے۔ ہانڈی روٹی کی تیاری کے لئے خانساماں مقرر کرے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ بقول اس کے ہماری اسلامی جمہوریۂ پاکستان کا دستور اسے آزادی اور مساوات عطا کرتا ہے۔

مندرجہ بالا سفارشات پر عمل درآمد کی کوشش بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ہوگی۔ اور معاشرہ میں بے چینی، افراتفری، فضول مقدمہ بازیاں اور نت نئے جرائم رونما ہوں گے جنہیں قابو میں لانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوجائے گا۔ ہمیں حکومت یا مقننہ سے یہ توقع نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ افراد کے ذاتی یا اندرونی خانذانی معاملات میں دخل اندازی کرے۔ اور اس مقصد کے لئے کوئی قانون نافذ کرے۔ ہمارے گھروں کی عورتوں کو خدانخواستہ کوئی ایسا تکلیف دہ مسئلہ درپیش نہیں ہے جسکی وجہ سے وہ پریشان اور سراسیمہ ہوں۔ اور آزادیٔ نسواں کے پردہ میں خاوندوں کے لئے دردسر بنیں۔ ہمارے معاشرہ کا ہر خاوند (جیساکہ ہماری مشرقی تہذیب کا تقاضا ہے۔) اپنی بیوی کو حتی المقدور آرام و آسائش مہیا کرتا ہے۔ بشرطیکہ بیوی ہی خود کالی بھیڑ نہ ثابت ہو اور اپنی فطرت بد سے مجبور ہو کر تمام سہولیات میسر آنے کے باوجود شور و واویلا مچانے پر تلی رہے۔ پنجابی زبان میں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وچوں وچوں کھائی جا	اتوں رولا پائی جا

اشرف اکیڈمی لاہور

بیادگار حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرات اکابر دیوبند اور دیگر علماء و اکابرین امت کی قدیم و جدید تصانیف اور ہر قسم کی درستی اور غیر درسی کتب کیلئے یاد رکھیئے۔ آرڈر کے ساتھ نصف قیمت پیشگی ضروری ہے۔

محصولڈاک بذمہ خریدار

اشرف اکیڈمی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور